ادارۃ خدمۃ القرآن الکریم کراچی

دورۃ القرآن الکریم وعلومہ

سبق نمبر (3)

زیرِ تدریس

خادم القرآن الکریم حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم

رئیس مرکز الافتاء والارشاد گلستانِ جوہر کراچی

ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00

بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی

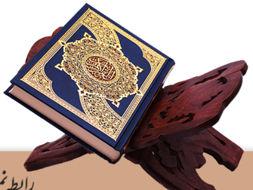

دورۃ القرآن الکریم وعلومہ

رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993

بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa www.HazratFerozMemon.org

ضرورۃ القرآن الکریم

کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا فرمایا ہے۔ اس اشرف المخلوق کو سب سے زیادہ ضرورت قرآن کریم کی ہے۔ قرآن کریم کے سب سے زیادہ ضروری ہونے کو سمجھنے کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ نے انسان کو اشیاء کا علم اور ہدایت حاصل کرنے کے لیے چار ذرائع عطا فرمائے ہیں۔

(۱) فطرت (طبیعت) (۲) حواسِ خمسہ (۳) عقل (۴) وحی الٰہی

پہلا ذریعہ: فطرت

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو وجود بخشا اور اس کی شانِ ربوبیت نے اس پر زندگی کی تمام راہیں کھول دیں، چنانچہ بچہ خواہ انسان کا ہو یا جانور کا، پیدا ہوتے ہی دودھ پینے لگتا ہے اور پرندوں کے بچے پیدا ہوتے ہی اڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بطخ کا بچہ پہلے ہی دن تیرنے لگتا ہے، ماں کی طرح گہرے پانی میں اُتر جاتا ہے اور ان کی طرح تیرتا ہے، حیوانی طبیعت کا یہ فطری تقاضا اس کی ہدایت اور علم کی پہلی سیڑھی ہے، جس کی شہادت قرآن کریم نے یوں دی۔

﴿رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی﴾ (سورۃ طٰہٰ، آیۃ ۵۰)

ترجمہ: ہمارا پروردگار ہے جس نے ہر شی کو وجود بخشا اور پھر اس نے اس میں زندگی کی راہیں کھول دیں۔

دوسرا ذریعہ: حواسِ خمسہ

حواسِ خمسہ یعنی آنکھ، کان، ناک، زبان، اور ہاتھ عطا فرمائے، آنکھ کے ذریعے دیکھ کر کسی چیز کے خوبصورت ہونے یا بدصورت ہونے کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔ کان کے ذریعے سن کر کسی چیز کا علم حاصل ہوتا ہے، زبان کے ذریعے چکھ کر علم حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان حواسِ خمسہ کا دائرہ کار محدود رکھا ہے، جس کام کے لیے اس کو پیدا کیا گیا ہے بس اسی چیز کا علم ان سے حاصل ہوسکتا ہے، اس کے علاوہ کا علم ان سے حاصل کرنا ناممکن بھی ہے اور اس عضو پر ظلم بھی اگر کوئی شخص کسی عضو کی وضع کے خلاف علم حاصل کرنا چاہے تو ساری دنیا اس کو احمق کہے گی، آنکھ سے بجائے دیکھنے کے سونگھنے یا چکھنے کا کام نہیں لیا جاسکتا، اس طرح کان سے بجائے سماعت کے دیکھنے، سونگھنے یا چکھنے کا کام نہیں لیا جاسکتا ہے بلکہ عین ممکن ہے کہ ان اعضاء سے ان کا اصلی کام لینے کے بجائے دوسرا کام لینے سے وہ عضو ضائع ہوجائے اور اپنے اصلی کام سے

بھی معطل ہو جائے مثلاً کوئی شخص سالن کا ذائقہ معلوم کرنے کے لیے زبان کی جگہ کان یا آنکھ میں سالن ڈال کر ذائقہ معلوم کرنے کی کوشش کرے تو ہوسکتا ہے کہ آنکھ اور کان، دیکھنے اور سننے سے ہی عاجز آجائیں۔

تیسرا ذریعہ: عقل

جہاں پر ان حواسِ خمسہ کی کارکردگی کی انتہاء ہوتی ہے وہاں پر علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے "عقل" بطورِ آلۂ علم کے عطا فرمائی ہے مثلاً کسی چیز کی اچھائی یا برائی، فوائد و مضرّات معلوم کرنے کے لیے محض ظاہری اعضاء کارآمد نہیں، بلکہ یہاں عقل کے ذریعے مقصود حاصل ہوتا ہے۔

عقل کی فضیلت:

زندگی کی اس "ابتدائی ہدایت" میں انسان اور حیوان سب برابر ہیں۔ "ہدایت حواس" تک بھی ہر حیوان نے انسان کا ساتھ دیا اور ہر ذی روح نے زندگی کے استفادہ میں اپنی استعداد کے مطابق حواسِ خمسہ سے کام لیا، لیکن اس کے بعد جب "ہدایت عقل" کی منزل آئی تو اس میدان میں انسان اکیلا رہ گیا۔ اس ہدایت نے انسان کو باقی حیوانات پر امتیاز بخشا اور اس کے سامنے فکر و نظر کی راہیں پوری وسعتوں کے ساتھ کھول دیں۔ یہ وہ اس کا جوہرِ عقل ہے جو دنیا کے ہر معاملہ میں انسان کو امتیاز بخشا ہے اور یہ انسان کے اندر کی وہ Search Light ہے جو زندگی کی ہر ضرورت میں اسے شعور بخشتی ہے اور اسی کی بدولت انسان ہر شعبۂ حیات میں "اشرف المخلوقات" سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ (سورۃ ق: آیۃ ۳۷)

ترجمہ: "بے شک اس میں البتہ نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس کا دل ہو یا وہ کان لگا کر سنے اور وہ دل سے حاضر یعنی متوجہ ہو۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے قلب بول کر "عقل" مراد لیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس میں عقل ہو اور اس عقل سے کام لے کر اس کو توجہ سے سنے اور غور کرے تو چونکہ اس جگہ عقل کا ذکر ہے، اس لیے عقل کی حقیقت اور فضیلت جان لینی چاہیے۔

عقل کی دنیا و آخرت کے لیے افادیت:

سو عقل کی فضیلت تو مسلم ہے اور ایسی مسلم ہے کہ کسی بے عقل کو بھی اس میں کلام اور اختلاف نہیں، ظاہر ہے کہ ساری دنیا کا کارخانہ ہی عقل پر چل رہا ہے، چنانچہ تجارت، صنعت وحرفت، زراعت اور کھیتی باڑی وغیرہ دنیا کا کوئی کام بھی عقل کے بغیر نہیں چل سکتا، اسی طرح آخرت کا کارخانہ بھی عقل ہی سے چلتا ہے۔

ایک حدیث میں واقعہ آتا ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کسی جہاد سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے، کسی نے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا جو لوگ جہاد میں شریک ہوئے ان کا مرتبہ برابر ہے یا کچھ تفاوت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ باعتبار عقل کے تفاوت ہے، یعنی جن لوگوں کی عقل زیادہ ہے ان کی فضیلت بھی زیادہ ہے اور جن کی عقل کم ہے ان کا مرتبہ بھی کم ہے، اجر باعتبار عقل کے ملے گا۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل عقل کے تابع ہوا کرتا ہے اور اجر عمل کے تابع ہوتا ہے تو گویا اجر عقل کے تابع ہوا۔

ایک اور روایت میں اسی طرح کا مضمون ہے، روایت یہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ”لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ قَالَ لَهُ: قُمْ فَقَامَ، ثُمَّ قَالَ: لَهُ أَدْبِرْ، فَأَدْبَرَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: أَقْبِلْ، فَأَقْبَلَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اُقْعُدْ، فَقَعَدَ، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا خَلَقْتُ خَلْقًا هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ، وَلَا أَفْضَلُ مِنْكَ، وَلَا أَحْسَنُ مِنْكَ، بِكَ آخُذُ، وَبِكَ أُعْطِي، وَبِكَ أُعْرَفُ، وَبِكَ أُعَاقِبُ، وبِكَ الثَّوَابُ، وَعَلَيْكَ الْعِقَابُ“ (شعب الایمان: ۶/ ۳۴۹)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا تو اس سے ارشاد فرمایا کہ کھڑی ہوجا تو وہ کھڑی ہوگئی، پھر ارشاد فرمایا پیٹھ پھر کر جاؤ تو وہ پیٹھ پھیر کر چلنے لگی، پھر فرمایا متوجہ ہوجاؤ تو وہ متوجہ ہوگئی، پھر فرمایا بیٹھ جاؤ تو وہ بیٹھ گئی، پھر اس سے ارشاد فرمایا کہ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے بہتر، افضل اور اچھی پیدا نہیں کی، تیری وجہ سے میں پکڑتا اور دیتا ہوں، اور تیری ہی وجہ سے میں پہچانا جاتا ہوں، اور تیری ہی وجہ سے میں مؤاخذہ کرتا ہوں، اور تیری ہی وجہ سے ثواب وعقاب ہے۔“

غرض نیک کام کرنے والوں کو ثواب اور اجر بھی عقل کی وجہ سے ملتا ہے اور گناہوں کی سزا بھی اسی عقل کی وجہ سے ملتی ہے، بے عقلوں سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اس جگہ ایک تکوینی اور تقدیری مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن انسان بھی دو گروہوں میں ہوں گے، ایک اصحاب الیمین کا اور ایک اصحاب الشمال کا۔ جن لوگوں کے اعمال صالحہ ہوں گے ان کے نامہ اعمال ان کو داہنی طرف سے دیے جائیں گے، اس لیے ان کا لقب "اصحاب الیمین" ہوگا، اور جو لوگ نافرمان ہوں گے ان کے نامہ اعمال بائیں جانب سے دیے جائیں گے اور وہ "اصحاب الشمال" کہلائیں گے۔ دراصل قضاو قدر میں یہ بات طے ہو چکی تھی کہ کچھ لوگ نافرمان ہوں گے اور کچھ فرمانبردار ہوں گے اور یہ فرمانبرداری اور نافرمانی عقل کی وجہ سے ہوگی، اس لیے ان دو قسموں کو ظاہر کرنے کے لیے یہ ماجرا بنایا گیا کہ کچھ عقلیں خدا کی طرف بڑھیں گی، کچھ دوڑ کر، جو "السابقون السابقون" میں داخل ہوں گی، سابقین کو سابقین اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ خدا کی طرف دوڑ کر جاتے ہیں اور کچھ آہستہ رفتار سے خدا کی طرف بڑھیں گے، وہ اصحاب الیمین ہوں گے اور کچھ خدا کی طرف سے پشت پھیرلیں گے، وہ "اصحاب الشمال" ہوں گے، اور حدیث میں جو الفاظ ہیں وہ "اَقْبِلْ" اور "اَدْبِرْ" ہیں، اس لفظ اقبال میں اشارہ ہے کہ جو عقل ہماری طرف متوجہ ہوگی وہ صاحبِ اقبال ہوگی، اور جو ہماری طرف سے منہ پھیرلے گی وہ "صاحبِ ادبار" ہوگی۔

امام غزالیؒ کا فرمان:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ عقل کی فضیلت اور برتری تمام کائنات میں مسلّم ہے، چنانچہ اس عقل ہی کی بدولت تمام چیزیں انسان کے تصرف میں ہیں، ایک ذرا سے ڈنڈے سے پورے گلے کو آگے کرلیتا ہے، ظاہر ہے کہ گائے بھینس وغیرہ نہ انسان کی جسامت اور ڈیل ڈول سے ڈر سکتے ہیں، کیونکہ وہ خود اس سے کہیں زیادہ جسیم ہیں، اور نہ ان کو اس کے گز بھر کے ڈنڈے کا خوف ہے، کیونکہ بڑے بڑے درخت وغیرہ ان کے سامنے ہوتے ہیں مگر وہ کبھی کسی سے نہیں ڈرتے، معلوم ہوا کہ وہ انسان کی عقل سے ڈرتے ہیں، اور اسی لیے اس کے مطیع ہیں۔ جیسے کوئی بادشاہ ہو اور وہ اپنے غلاموں سے پردے میں بیٹھا ہو کہ وہ اس کو نہ دیکھ رہے ہوں مگر بادشاہ ان کو دیکھ رہا ہو، اب اگرچہ بادشاہ ان کے سامنے نہیں ہے مگر کبھی کبھی تصور اس کا بندھ جاتا ہے اور اس کا رعب اور ہیبت طاری ہوجاتی ہے اسی طرح عقل ہے کہ دکھائی نہیں دیتی مگر اس کا تصرف سب پر چل رہا ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے:

①... عقل منبع ہے علوم اور ادراکات کا، منبع کے معنی سرچشمہ کے ہیں یعنی جس طرح چشمہ سے اہل حاجت سیراب ہوتے ہیں اسی طرح عقل ہے کہ اسی سے انسان علوم و کمالات کا حصول کرتا ہے

②... عقل مطلع ہے انوار و برکات کا، مَطلعِ افقِ مشرق کو کہتے ہیں، جس طرح افق سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور عالم کو منوّر کرتا ہے اسی طرح عقل بھی انوار و برکات کا افق ہے۔

③... عقل اَساسُ العلوم ہے یعنی علوم کی بنیاد ہے، اگر عقل نہیں تو نہ دنیا کی عمارت بنتی ہے نہ آخرت کی۔

ایمان افروز مکالمات:

علامہ ماوردیؒ کی کتاب "ادب الدنیا والدین" میں ایک حکایت ذکر کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل خداوند تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ حضرت علی کرمّ اللہ وجہہ جن کی ذہانت و فطانت مسلّم اور مشہور ہے ان سے کسی نے سوال کیا کہ جب قیامت کے دن اولین اور آخرین میدانِ حشر میں جمع ہوں گے تو اتنے بے شمار آدمیوں کا حساب حق تعالیٰ کیسے لے لیں گے؟ آپؓ نے فرمایا کہ جس طرح وہ اس وقت اپنی مخلوق کو رزق پہنچا رہا ہے اسی طرح اس دن سب کا حساب بھی لے لے گا، ہر شخص کو ہر جگہ رزق اپنے وقت پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق آباد ہے، لہٰذا جو خدا بے شمار مخلوق کو بلا کسی غلطی کے رزق دیتا ہے، اسی طرح وہ سب کا بیک وقت بلا کسی غلطی کے حساب بھی لے لے گا۔

اسی طرح ایک دفعہ کسی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کی روح کہاں چلی جاتی ہے؟ فرمایا جب چراغ جلتا ہے تو اس میں نور اور روشنی ہوتی ہے بعد ازاں فرمایا کہ جب اس کو بجھا دیتے ہیں تو بتلاؤ کہ وہ نور کہاں چلا جاتا ہے؟ یہ جوابات عقل ہی کی بدولت ان حضرات کے ذہن میں آتے تھے۔

عقلِ صحیح کا معیار:

حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں جو حواسِ خمسہ ظاہرہ پیدا فرمائے ہیں، ان میں سے سر کی آنکھ ظاہری اشیاء کو دیکھنے کے لیے پیدا کی ہے اور ایک آنکھ اللہ تعالیٰ نے دل میں پیدا کی ہے جس سے حق و باطل کا فرق معلوم ہوتا ہے اور اسی دل کی آنکھ کو عقل کہتے ہیں، جس سے حق و باطل کی رنگینیوں کا فرق ظاہر ہوتا ہے،

جس طرح آنکھ اگر رنگتوں کے فرق کو صحیح صحیح ادراک کرتی ہے تو وہ آنکھ تندرست ہے ورنہ وہ بیمار ہے، اسی طرح عقل اگر حق وباطل کے فرق کو صحیح صحیح سمجھ رہی ہے تو وہ تندرست ہے ورنہ وہ عقل بیمار ہے، اگر آنکھ سے ایک کو دو دکھائی دینے لگیں تو اس کو "بھینگا" کہا جاتا ہے اسی طرح دل کی آنکھ سے اگر کسی کو ایک اسلام کے دو اسلام اور ایک رسول کے دو رسول اور ایک قرآن کے دو قرآن نظر آنے لگیں تو سمجھ لو کہ اس کے دل کی آنکھ بھینگی ہو چکی ہے اگر بینائی درست ہو تو ایک نظر آئے گا۔

دورِ حاضر کی سنگین غلطی کا ازالہ:

آج کل عموماً لوگ کہا کرتے ہیں کہ احکامِ اسلام کو ہم خود عقل سے سمجھ لیں گے ان کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ آپ کا فرمانا تو درست ہے مگر پہلے ذرا ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم آپ کی عقل کا امتحان لے لیں کہ کیا وہ ٹھیک ہے یا نہیں؟ کیونکہ جس عقل کو حق وباطل کا فرق ہی نظر نہ آئے تو وہ عقل، عقل ہی نہیں۔...

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کیسے معلوم ہو کہ کسی شخص کی دل کی آنکھ درست ہے؟

...① سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اگر کسی نابینا کے سامنے لذیذ کھانوں کا دسترخوان بچھا ہوا ہو تو اس کو کچھ معلوم نہ ہو گا، پس جس طرح اگر انسان کی ظاہری آنکھ درست ہو تو وہ لذیذ کھانوں اور انواع واقسام کی چیزوں اور نعمتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اس سے ہم سمجھ لیتے ہیں کہ اس کی آنکھ ٹھیک ہے اور اگر کسی کو کچھ معلوم ہی نہ ہو تو اس کی آنکھ درست نہیں اور یہ شخص نابینا ہے۔ اسی طرح اگر انسان کو اطاعت خداوندی کی طرف رغبت اور میلان ہے تو سمجھو کہ اس کے دل کی آنکھ درست ہے ورنہ وہ دل کا نابینا اور بے عقل ہے اور اس کو علاج کرنا چاہیے، غرض جو معیار ظاہر کی آنکھ کی خرابی اور صحت کا ہے وہی باطن کی آنکھ کا ہے۔

...② اگر کسی شخص کو سیاہ اور سفید کا فرق معلوم نہ ہو تو اس کی ظاہری آنکھ خراب ہوتی ہے اسی طرح جس شخص کو زنا اور نکاح میں فرق معلوم نہ ہو اس کی باطن کی آنکھ خراب ہو گئی ہے۔

...③ اسی طرح اگر پانی اور پیشاب میں فرق معلوم نہ ہو اور عرقِ گلاب اور سڑے ہوئے بدبودار پانی کو یکساں خیال کرے تو ظاہر ہے کہ اس کی قوت شامّہ اور ذائقہ بگڑ چکی ہے، اسی طرح جس کو حق وباطل اور اطاعت ومعصیت کا فرق محسوس نہ ہو تو اس کی عقل بیمار اور خراب ہے۔

دورۃ القرآن الکریم وعلومہٖ ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993
بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa www.HazratFerozMemon.org

انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہیں:

الغرض عقل اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہیں۔

امام احمد بن مسکویہ نے اس کی ایک دلیل عقلی بیان فرمائی ہے، وہ یہ کہ دیکھو دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ، امراء اور رؤساء سخی گزرے ہیں جنہوں نے اپنی دولت کے خزانے لٹا دیے مگر پھر بھی کوئی شخص ان کا عاشق نہیں ہوا، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ شان ہے کہ دو دو مہینے گھر میں چولہا نہیں جلا مگر ایک نہیں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ان کے عاشقانِ جان نثار موجود ہیں، یہ عشق عقل کے کمال ہی کی وجہ سے تو ہے کسی بے عقل پر کوئی عاشق نہیں ہوا کرتا، حضراتِ انبیاء کرام کی عقل کے کمال اور حسن و جمال ہی نے ان لوگوں کو عاشق بنایا ہے۔

****

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شریعت کی باتیں خلاف عقل نہیں بلکہ فوق العقل ہیں۔ خلاف عقل وہ بات ہوتی ہے کہ وہ عقل میں آجاوے اور عقل اس پر حاوی ہوجائے اور پھر وہ اس بات پر یہ حکم لگائے کہ یہ درست ہے یا غلط ہے لیکن فَوقَ العقل کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کا حکم عقل سے اتنا بلند اور بالا ہے کہ عقل کی وہاں تک رسائی ہی نہیں اور جب رسائی ہی نہیں تو عقل اس پر کیسے حکم لگا سکتی ہے؟ غرض اس فرق کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔

عقل کی حیثیت:

عقل کا مرتبہ اور مقام کیا ہے؟ سو اس کا اجمالی جواب سن لیجیے، وہ یہ کہ عقل عالم ہے حاکم نہیں، مطلب اس کا یہ ہے کہ عقل کا کام یہ ہے کہ جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئیں ان کو سمجھے اور ان کا ادراک کرے اور پھر ان پر چلے اور یہ منصب عقل کا نہیں کہ وہ یہ حکم کرے کہ فلاں کام کرو اور فلاں کام نہ کرو۔

عقل پرستی کے فتنہ کی اصلاح:

حکم دینا اس کا منصب نہیں بلکہ حکم کی تعمیل کرنا اس کا منصب ہے، اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ آج کل یہ فتنہ عام طور پر پھیلا ہوا ہے کہ اگر کسی کے سامنے ہم شریعت کا کوئی حکم بیان کرتے ہیں تو وہ نہایت ہی بے باکی سے بے دھڑک

ہو کر کہہ دیتا ہے کہ ہماری عقل میں نہیں آتا، اگر اس کے جواب میں ان سے کہا جاتا ہے کہ بھائی یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے مگر مان لو، تو وہ اس پر کہتے ہیں کہ آخر اللہ تعالیٰ نے ہم کو عقل دی ہے وہ اس لیے تو دی ہے کہ ہم اس سے کام لیں ورنہ عقل بے کار ہو گی۔

سو اس کے جواب کی تفصیل غور سے سمجھیے کیونکہ یہ فتنہ بہت سخت ہے، دیکھیے اللہ تعالیٰ نے ایک ظاہر کی آنکھ بنائی ہے جس سے انسان دیکھتا ہے اسی طرح ایک دل کی اور باطن کی آنکھ بنائی ہے جس سے نیک و بد کا امتیاز کرتا ہے اور یہی باطنی آنکھ عقل ہے تو یہ مشاہدہ ہے کہ جس طرح ظاہری آنکھیں انسانوں کی مختلف اور متفاوت ہیں یعنی کسی کی نگاہ دور بین کسی کی قریب بین ہے، کوئی کانا ہے کوئی بھینگا ہے، اسی طرح عقل بھی لوگوں کی مختلف ہے اور جب عقلیں مختلف اور متفاوت ہیں، یعنی کوئی شخص زیادہ عاقل ہے اور کوئی کم عاقل ہے تو اب آپ کا یہ کہنا تو درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو عقل دی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو عقل دی ہے مگر سوال یہ ہے کہ پہلے یہ دیکھ لیجیے کہ آپ کی عقل بالکل درست ہے یا بیمار ہے کیونکہ جس طرح دیکھنا اسی شخص کے لیے حجت جس کی بینائی ٹھیک اور صحیح سالم ہو اسی طرح عقل بھی اسی شخص کے لیے حجت ہے جس کی عقل بیماریوں اور آلائشوں سے پاک ہو۔

ایک خوبصورت مثال سے وضاحت:

...① اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجیے کہ جیسے انتیس کا چاند ہے کہ قویّ البصر لوگوں کو تو نظر آجاتا ہے مگر جس شخص کی نگاہ کمزور ہو اور اس کو بوجہ اپنی نگاہ کی کمزوری کے چاند نظر نہ آیا اور وہ یوں کہنے لگے کہ چونکہ مجھ کو چاند نظر نہیں آیا اس لیے میں نہیں مانتا کہ چاند ہوا ہے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تیری نظر ہی کمزور ہے اس لیے تجھ کو چاند نظر نہیں آرہا، کسی نے خوب کہا ہے۔

واذا لم ترا الهلال مسلم
والناس راوہ بالابصار

اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آپ کی سمجھ میں نہیں آرہا تو وہ آپ کی عقل کا قصور ہے نور کا قصور نہیں۔

...② تو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ دنیا کے حکام کی طرف سے اگر کوئی حکم جاری کیا جائے تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ میری سمجھ میں یہ حکم نہیں آیا اس لیے میں اس کو نہیں مانتا، اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ خواہ آپ کی سمجھ میں آوے یا نہ آوے آپ کو ماننا پڑے گا۔

دورۃ القرآن الکریم وعلومہ ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993
بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa www.HazratFerozMemon.org

اور اگر آپ نے وہاں یہ تقریر شروع کی کہ صاحب! آخر اللہ نے ہم کو عقل دی ہے تو کیا یہ بیکار ہے؟ ہم کو اس سے کام لینا چاہیے تو پھر سیدھے جیل میں بھیج دیئے جائیں گے اور دنیا کے احکام میں تو یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص رعایا میں حاکم سے زیادہ عقل مند، فہیم اور زیادہ تعلیم یافتہ ہو مگر اس کے باوجود حکم حاکم ہی کا معتبر ہوگا، تو جب حکّام مجازی کے احکام میں مجالِ انکار نہیں تو اللہ تعالیٰ کے احکام میں کہاں اس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

ہر حال میں ماننا پڑے گا اور عمل کرنا پڑے گا اس لیے کہ اگر ہر شخص کی عقل کو معیار مان لیا جائے اور ہر شخص اس بات کا مدعی ہو کہ جو کچھ میری سمجھ میں اور میری عقل میں آئے گا وہ قابل عمل ہے اور اس کے علاوہ سب خلاف عقل ہے تو دنیا کا نظام ہی نہیں چل سکتا، اس لیے کہ اسی دنیا میں ایک گروہ ایسا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہے اور ایک گروہ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہی انکار کرتا ہے اور ایک گروہ وہ ہے کہ جو تین خداؤں کا قائل ہے، حتیٰ کہ ایک گروہ ۳۳ خداؤں کا قائل اور ماننے والا ہے، اب اگر یہ سب باطل پرست یہ کہیں کہ صاحب ہماری عقل میں تو یہی درست ہے تو آپ کیا کہیں گے اور کیسے تمام متضاد دعوؤں اور عقیدوں کو صحیح مان لیں گے۔

****

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہدایت فطرت، ہدایت حواس اور ہدایت عقل کے بعد انسانی ترقی کے لیے کوئی اور چوتھا درجہ بھی ہے؟ یا انسان کی ساری زندگی اس تیسرے درجۂ ہدایت عقل میں ہی محدود و مصروف رہ جائے گی؟ دیکھنا یہ ہے کہ شرفِ انسانی کی یہ آخری منزل عقل کی بناء پر محض تجربات اور تخمینات ہی ہیں یا انسان کو انسانیت کی تکمیل کے لیے باہر سے بھی کوئی اور نقطۂ یقین ملے گا۔ قرآن کی ضرورت کیوں ہے؟ اس کا جواب اس پہلے سوال کے سمجھنے پر موقوف ہے، یہی احساسِ ضرورت کبھی ضرورتِ دین کے نام سے، کبھی ضرورتِ وحی کے عنوان سے اور کبھی احتیاجِ رسالت کے الفاظ سے سامنے آتا ہے، اسی حقیقت کو ہم یہاں ضرورت القرآن کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔

جہاں تک اس چوتھے درجے کی ضرورت کا تعلق ہے اس کی تائید تمام ادیان و مذاہب نے ایک زبان ہو کر کی ہے اور اس آسمانی ہدایت کی ضرورت پر دنیا کی تمام ملتیں بلا اختلاف متفق ہیں۔ دنیا کے پچانوے فیصد انسان کسی نہ کسی عقیدے یا مذہب سے ضرور وابستہ ہیں، یہ اس حقیقت کی مشترکہ شہادت ہے کہ انسانی وجدان اور ان کے اتفاق نے محض عقل کی پرواز کو ناکافی سمجھ کر ہمیشہ آسمانی راہنمائی کی بھی تلاش کی ہے۔

چوتھا ذریعہ: وحی الٰہی

یہ بات یاد رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ''حواس خمسہ'' کا دائرہ کار محدود رکھا ہے، اسی طرح عقل کا دائرہ کار بھی محدود ہے، بہت سی ایسی اشیاء ہیں جن کا علم حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے چوتھا ذریعہ وحی الٰہی کو بنایا، چنانچہ جہاں عقل کی انتہاء ہوتی ہے وہاں سے وحیِ الٰہی کی ابتداء ہوتی ہے، جو تحصیل علم کا ایک لامتناہی ذریعہ ہے مثلاً امور آخرت کے متعلق علم حاصل کرنا، برزخ، قیامت، جنت و دوزخ، فرشتے وغیرہ کی حقیقت معلوم کرنا وغیرہ وغیرہ ان امور کو سمجھنے سے نہ صرف حواس خمسہ بے بس ہیں بلکہ عقل سے بھی ان کا اندازہ ممکن نہیں ہے ان کا علم خاص وحی الٰہی پر موقوف ہے جیسے اس میدان میں حواس خمسہ کو استعمال کرنا بے سود و بے فائدہ ہے اسی طرح اس میدان میں عقلی گھوڑے دوڑانا بھی سخت جہالت ہے۔

احوالِ آخرت کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا:

بعض لوگ جب جنت و دوزخ کے احوال کے متعلق آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو ان کے عجیب وغریب حالات کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگتے ہیں جب ان کی حقیقت کسی طرح عقل میں آتی ہی نہیں تو طرح طرح کے وساوس وشبہات کا شکار ہو کر اپنے ایمان پر کاری ضرب لگاتے ہیں، یہاں اس بات کو خوب سمجھ لینا چاہیے، کہ آخرت کی چیزیں چونکہ ہماری دیکھی ہوئی نہیں ہیں، اور ہم نے ان کا کبھی تجربہ اور مشاہدہ نہیں کیا ہے اس لیے وہ ہمیں اچھنبے کی سی معلوم ہوتی ہے اور ان کا سمجھنا بعض لوگوں کے لیے مشکل ہوجاتا ہے۔ لیکن اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ کسی بچے سے جو ماں کے پیٹ ہی میں ہو اگر کسی آلہ کے ذریعے یہ کہا جائے کہ اے بچے! تو عنقریب ایسی دنیا میں آنے والا ہے، جہاں لاکھوں میل کی زمین ہے اور اس سے بھی بڑے سمندر ہیں، بڑے بڑے آسمان ہیں، جن پر چاند، سورج اور لاکھوں ستارے ہیں اور اس دنیا میں ہوائی جہاز اڑتے ہیں، ریلیں دوڑتی ہیں اور جب لڑائیاں ہوتی ہیں، توپیں گرجتی ہیں، اور ایٹم بم چلتے ہیں تو وہ بچہ اول تو ان باتوں کو سمجھ ہی نہ پائے گا اگر سوچ سمجھ بھی لے تو اس کے لیے ان باتوں کا یقین کرنا مشکل ہو گا، کیونکہ وہ جس دنیا میں ہے اور جس دنیا کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے تو وہ تو بس ماں کے پیٹ کی بالشت بھر کی دنیا ہے۔

بالکل ایسا ہی معاملہ آخرت کے بارے میں اس دنیا کے انسانوں کا ہے، واقعہ یہ ہے کہ عالم آخرت اس دنیا کے مقابلے میں اسی طرح بے حد وسیع اور بے انتہا ترقی یافتہ ہو گا، جس طرح ماں کے پیٹ کے مقابلے میں ہماری یہ زمین اور

دورۃ القرآن الکریم وعلومہ ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجدِ اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲ کراچی
رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993
بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa www.HazratFerozMemon.org

آسمان والی دنیا بے حد وسیع اور ترقی یافتہ ہے اور جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے اس دنیا میں آنے کے بعد وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے، جس کو ماں کے پیٹ کے زمانے میں سمجھ بھی نہیں سکتا تھا، اسی طرح آخرت کے عالم میں پہنچ کر سب انسان وہ سب کچھ دیکھ لیں گے جو اللہ کے پیغمبروں نے وہاں کے متعلق بتلایا ہے۔

انسانی عقل کی بے بسی اور کمزوری:

①... ہماری عقلِ نارسا کی پرواز کا عالم تو یہ ہے کہ اگر ایک دو صدیاں پہلے اس سے کہا جاتا کہ ایک ایسی سواری ایجاد ہونے والی (مراد ہوائی جہاز) ہے، جو منوں اور ٹنوں وزن اٹھائے، ہزاروں فٹ بلندی پر، بہت تیز پرواز کرے گی، تو یہ عقل ہرگز اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوتی مگر آج کھلی آنکھوں اسی چیز کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے۔

②... آج سے کچھ عرصہ پہلے جب کہ خوردبین ایجاد نہیں ہوئی تھی عقل سے یہ کہا جاتا کہ پانی کے قطرے میں لاکھوں جرثومے ہوتے ہیں تو عقل کبھی اس کے صحیح ہونے کا حکم نہ لگاتی مگر آج خوردبین کے ذریعے اپنی آنکھوں سے ان جرثوموں کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

③... آج سے تقریباً دو صدی پہلے ہی نیزے اور تلوار کے دور میں اس عقل سے کہا جاتا کہ کچھ عرصہ کے بعد ایسا اسلحہ ایجاد ہونے والا ہے، مثلاً میزائل اور ایٹم بم وغیرہ کہ میزائل کے ذریعے ہزاروں میل دور ہی اپنے ہدف کو نشانہ بنا کر نیست و نابود کیا جائے گا اور ایک ایٹم بم لاکھوں افراد کے لقمہ اجل بننے کے لیے کافی ہوگا، تو عقل اس بات کو ہنسی اور مذاق پر محمول کرتی مگر آج یہ افسانہ حقیقت بن کر سامنے آچکا ہے۔

جب ہماری عقل اس قدر لاچار ہے کہ ایک دو صدی بعد رونما ہونے والے واقعات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہے تو اس عقل سے لامحدود زندگی یعنی آخرت کی زندگی، اور جنت و دوزخ کے واقعات کا اندازہ لگانا کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ عقل کی کسوٹی پر عالمِ آخرت کو پرکھنا سخت ناواقفی کی بات ہے!

ایک خوبصورت مثال سے وضاحت:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ جو اپنی صدی کے بلند پایہ محقق، بے مثال مفسر گزرے ہیں، جن کی مجددانہ تعلیمات، زیورِ اعتدال سے آراستہ، اور تمام شعبہ ہائے زندگی کو محیط ہیں، اس مقام کی توضیح اپنے وعظ میں اس طرح فرماتے ہیں:

حضرت! یہ عقل جب بڑھتی ہے تو اتنا پریشان کرتی ہے کہ زندگی تباہ کر دیتی ہے اور یہی وجہ ہے بہت سے عقلاء کے تباہ ہونے کی کہ انہوں نے عقل سے وہ کام لیا جو اس کی حد سے آگے تھا اور ہر چیز کا اپنی حد سے نکلنا مضر ہے، میں تو عقل کے متعلق ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ یہ ایسی ہے جیسے گھوڑا پہاڑ پر چڑھنے والے کے لیے، اب تین قسم کے لوگ ہیں، ایک تو وہ جو گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ تک پہنچے اور پھر پہاڑ پر بھی اس پر سوار ہو کر چڑھنے لگے، یہ غلطی پر ہیں، ضرور کسی سیدھی چڑھائی پر سوار اور گھوڑا دونوں گریں گے اور ایک وہ ہیں جو یہ سمجھ کر کہ گھوڑا پہاڑ پر تو کام دیتا ہی نہیں تو اس سے صاف سڑک پر کام لینے کی کیا ضرورت ہے، وہ گھر ہی سے پیدل چل پڑے، نتیجہ یہ ہوا کہ پہاڑ تک پہنچ کر تھک گئے یہ بھی نہ چڑھ سکے تو ان دونوں کی رائے غلط تھی، پہلی جماعت نے گھوڑے کو ایسا با کار سمجھا کہ آخیر تک اسی سے راستہ طے کرنا چاہا اور دوسرے نے ایسا بے کار سمجھا کہ پہاڑ تک بھی اس سے کام نہ لیا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ گھوڑا پہاڑ تک تو کار آمد ہے اور پہاڑ پر چڑھنے کے لیے بیکار، اس کے لیے کسی اور سواری کی ضرورت ہے یہی حال عقل کا ہے بالکل کام نہ لینا بھی حماقت ہے اور آخیر تک بھی کام لینا غلطی ہے، بس عقل سے اتنا کام تو لو کہ توحید و رسالت کو سمجھو اور کلام اللہ کا کلام اللہ ہونا معلوم کرلو، اس سے آگے فروع میں (برزخ، جنت، دوزخ) عقل سے کام نہ لینا چاہیے، بلکہ اب خدا اور رسول ﷺ کے احکام کے آگے گردن جھکا دینی چاہیے، چاہے ان کی حکمت عقل میں آئے یا نہ آئے۔ دیکھیے قانون سلطنت کے منوانے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ پہلے یہ سمجھا دیا جائے کہ جارج پنجم (حکمران کا نام) بادشاہ ہیں، اس کے بعد تمام احکام کے متعلق کہہ دیا جائے کہ یہ بادشاہ کے احکام ہیں اس لیے ماننا پڑیں گے، تو یہ صورت آسان ہے اور تمام عقلاء ایسا ہی کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص جارج پنجم کو بادشاہ مان کر پھر بھی ہر قانون میں الجھنے لگے کہ میں اس دفعہ کو نہیں مانتا تو بتلائیے کہ اس شخص کا کیا حال ہوگا؟! ظاہر ہے کہ ہر جگہ ذلیل ہوگا، اور عقلاء کہیں گے کہ جب بادشاہ ہونا مسلّم اور اس قانون کا قانون سلطنت ہونا معلوم تو پھر انکار کی کیا وجہ؟ ضرور ماننا پڑے گا چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے، معلوم ہوا کہ صاحب سلطنت کو پہنچانے کے لیے تو عقل سے کام لینے کی اجازت ہے، اس کے بعد عقل سے کام لینے کی اجازت نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپ دین کے معاملہ میں اخیر تک عقل سے کام لینا چاہتے ہیں یہ تو سخت غلطی ہے جس سے بجز ذلّت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا، جب خدا کا خدا ہونا مسلّم، رسول ﷺ کا رسول ہونا مسلّم کلام اللہ کا کلام اللہ ہونا معلوم پھر ہر حکم میں الجھنے کا آپ کو کیا حق ہے؟ اور ہر شخص آپ کو بے وقوف بنائے گا، اور تمام عقلاء کی نظروں میں آپ ذلیل ہوں گے، سچ یہ ہے کہ ؎

عزیز یکہ از درگہش سر بتافت
بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

وہ (اللہ) ایسے غالب اور قادر ہیں کہ جس نے ان کی درگاہ سے سر پھیرا، جس دروازہ پر گیا کچھ عزت نہ پائی بلکہ ذلیل ہوا۔

الغرض! عقل سے اس وقت تک کام لو جب تک وہ کام دے سکے اور جہاں اس کا کام نہیں وہاں اس کو چھوڑ دو اور حکم کا اتباع کرو، تو عقل کی بھی ایک حد ہوئی اور کیوں نہ ہو وہ بھی تو ایک قوت ہے، جیسے آنکھ کی ایک قوت ہے اور اس کی ایک حد ہے، اس سے آگے دوربین لگانے کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی شریعت کے معاملہ میں اصول تک تو عقل کام دیتی ہے اور فروع میں تنہا بیکار ہے، دوربینِ وحی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ ایسے ہی کان کی ایک قوت ہے جس کے لیے ایک حد ہے اس سے آگے ٹیلی فون سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ پیروں کی ایک قوت ہے جس سے آگے سواری سے کام لینے کی ضرورت ہے تو جب ہر قوت محدود ہے تو عقل کیسے محدود نہ ہوگی؟ ضرور ہوگی اس سے آگے وحی سے کام لو ورنہ یاد رکھو کہ عمر بھر راستہ نہ ملے گا، کیونکہ سمعیات (آنحضرت ﷺ سے منقول عقائد اور اعمال) میں عقل کا کام نہیں وہاں تو اتباعِ رسول ﷺ کی ضرورت ہے اور

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیغمبر ﷺ کے راستہ کے خلاف جس نے اور راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود تک نہ پہنچے گا۔

صاحبو! دنیا میں بھی تو آپ بہت جگہ عقل کو چھوڑ کر کسی نہ کسی کا اتباع کرتے ہیں دیکھیے جب آپ بیمار ہوتے ہیں تو عقل سے اتنا کام تو لیتے ہیں کہ اطباء موجودین میں سے کون زیادہ حاذق وتجربہ کار ہے اور جب ایک طبیب (اور ڈاکٹر) کا حاذق ہونا معلوم ہوگیا تو پھر آپ اس کے پاس جاتے ہیں اور وہ نبض دیکھ کر نسخہ تجویز کرتا ہے، پھر آپ اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ اس نسخہ میں فلاں دوائی کیوں لکھی اور فلاں کیوں نہیں لکھی اور اس دوا کا وزن چار ماشہ کیوں لکھا؟ چھ ماشہ کیوں نہیں لکھا؟ ہم نے کسی کو طبیب سے ان باتوں میں الجھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اگر کوئی اس سے الجھنے لگے تو سب عقلاء اس کو بے وقوف بتاتے ہیں اور طبیب بھی صاف کہہ دیتا ہے کہ اگر تم میرے پاس مجھے طبیب سمجھ کر آئے ہو تو جو نسخہ میں تجویز کردوں اس میں تم کو چون وچراں کا کوئی حق نہیں، اور اگر چوں وچراں کرتے ہو تو اس کے معنی ہیں کہ تم مجھے طبیب نہیں سمجھتے، پھر میرے پاس کیوں آئے تھے اور اس کے اس جواب کو تمام عقلاء صحیح کہتے ہیں، پھر حیرت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو رسول (ﷺ) تسلیم کرنے اور کلام اللہ کو کلام اللہ مان لینے کے بعد عقل کو انکے نہ تابع کیا جاوے اور بات بات میں الجھا جاوے کہ یہ تو خلافِ عقل ہے، ہم اسے کیونکر مان لیں، صاحبو!" جب دنیا کے کام بدون اس کے نہیں چل سکتے کہ عقل کو ایک حد

دورۃ القرآن الکریم وعلومہ ہر جمعہ صبح 9:00 تا 11:00 بمقام: مسجد اختر گلستانِ جوہر، بلاک ۱۲، کراچی
رابطہ نمبر +92 332 3158542 +92 332 3264993
بذریعہ انٹرنیٹ LIVE موبائل ایپ Ghurfa www.HazratFerozMemon.org

پر چھوڑ دیا جائے اور بلا چون وچرا اں دوسرے کا اتباع کیا جائے تو آخرت کا کام بدوں اس کے کیونکر چل سکتا ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں تو دیکھی ہوئی ہیں، ان میں کسی قدر عقل چل سکتی ہے، پھر بھی اس کو چھوڑ کر کاملین وماہرین کی تقلید کی جاتی ہے اور آخرت سے ہم سب اندھے ہیں، وہاں تقلید وحی کے بغیر کیسے کام چلے گا۔ (وعظ تفصیل الدین: صفحہ ۴۸ تا ۵۱)

تمام شرعی پابندیاں اسی جوہر عقل کے باعث ہیں

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ انسان ''جوہر عقل'' کی وجہ سے ہی مکلف ہوا ہے اور مجنون یا فاتر العقل (جس کی عقل میں فتور آجاتا ہے) سے تکلیفات شرعیہ کا کوئی مطالبہ نہیں کیا جاتا لیکن اس کی پرواز محسوسات سے ماوراء اور ظن وتخمین کے دائرے سے آگے کبھی بڑھنے نہیں پائی۔ حالات کے تغیرات اور انسانی تجربات کا یہ ارتقاء (آگے بڑھنا) کائنات کے علم میں اضافہ تو کرسکتا ہے لیکن اس سے نوعِ انسانی کو کوئی نقطۂ یقین میسر نہیں آسکتا۔ سینکڑوں فلسفی حیرت کی اسی وادی میں سرگرداں رہے لیکن اطمینان کی دولت آسمانی ہدایت کے سوا اور کہیں سے میسر نہ آئی:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (پ ۱۳ سورہ الرعد آیۃ ۲۸)

ترجمہ: آگاہ رہو کہ دل اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے مطمئن ہوتے ہیں۔

حاصل کلام اینکہ اگر اس چوتھے درجہ ہدایت کا وجود تسلیم نہ کیا جائے تو انسانیت بالکل ناقص رہ جاتی ہے اور دائرۂ کائنات کو نقطۂ یقین کہیں میسر نہیں آسکتا۔ عقل ہر لحظہ تغیر پذیر ہے اور یہ صرف ایمان کی دولت ہی ہے جو انسانیت کو شرف تکمیل بخشتی ہے۔ امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ (۱۰۳۴ ھ) لکھتے ہیں:۔

مقصود آنست که به نسبت معتقدات یقینی و اطمینانی حاصل کنند که
ہرگز به بمشکک زائل نه گردد بایرادشبه باطل نه شود چه پائے استدلال بے
تمکین بود الا بذکر الله تطمئن القلوب۔ (مکتوبات جلد ۱ ص ۳۳۳)

ترجمہ: مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے عقائد میں یقین اور اطمینان کا ایسا درجہ حاصل ہوجائے کہ کوئی شک ڈالنے والا اس میں تزلزل پیدا نہ کرسکے اور نہ کسی شبہ پیدا کرنے سے اس کی عمارت گر پڑے۔ استدلال محض کے پاؤں بہت کمزور ہوتے ہیں اور استدلال کا عادی کسی بات پر ٹھہر نہیں سکتا۔ یہ محض اللہ کا ذکر ہے جس سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔

یقین کی اس دولت کو حاصل کرنے کے لیے مذہب کی ضرورت انتہائی شدید اور قرآن کریم سے بڑا ہدایت کا

خزانہ کوئی اور تصور نہیں کیا جاسکتا۔ پس ثابت ہوا کہ کائنات کو قرآن کی اشد ضرورت ہے اور یہی وہ نور ہے جس کی روشنی میں زندگی کی راہیں پُرسکون ہوسکتی ہیں۔

عقل کی محنت کا دائرہ کار اور اس کے ذریعے علم حاصل کرنے کا میدان صرف محسوسات ہیں اور محسوسات سے آگے جو کچھ غیب کے پردے میں ہے اس کے علم سے چونکہ عقل عاجز ہے تو لازمی نتیجہ نکلا کہ آخر ان چیزوں کے علم کے لیے بھی تو کوئی ذریعہ علم ہونا عقلی طور پر لازم ہے اور وہ ذریعۂ علم آسمانی نظام ہدایت ہے جس کو ہم وحی کہتے ہیں۔۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

چنانچه طور عقل ورائے طور حس است که آنچه بحس مدرک نه شود
عقل ادراک آں می نماید هم چنین طور نبوت درائے طور عقل است آنچه به
عقل مدرک نشود بتوسل نبوت در درک مے آید۔ (مکتوبات جلد ۳ ص ۴۰)

ترجمہ: جس طرح ہدایت حس کے ماوریٰ ہدایت عقل کا درجہ ہے کہ جن چیزوں کا ادارک حواس نہیں کرسکتے، عقل انہیں بھی پالیتی ہے (گو یہ محسوسات میں ہی تصرف کرنے سے ہوتا ہے) اسی طرح ہدایت عقل کے آگے ہدایت نبوت کا درجہ ہے کہ جس بات کو ہم عقل سے دریافت نہیں کرسکتے، اُسے نورِ نبوت کے ذریعہ معلوم کرسکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ عقل کا دائرہ اپنی پوری وسعتوں کے باوجود پھر بھی محدود ہے اور انسانی ترقی کی سرحدیں معین نہیں، لہٰذا اس ترقی کے لیے ہدایت عقل سے آگے ہدایت کے ایک اور چوتھے درجے کی ضرورت ہے اور ضرورت صرف وحی کے راستے پوری ہوگی۔

ضرورتِ وحی کی عقلی دلیل

خلاصہ یہ ہے کہ ”ہدایت عقل“ کے آگے انسان ہمیشہ ایک آسمانی روشنی کی تلاش میں رہا ہے اور اس کی اسے ضرورت ہے اور حقیقت میں یہی ربانی ہدایت ہے کہ اس کے بعد اور کسی ہدایت کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

﴿قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (پ۷، الانعام ۷۱)

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ ربانی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور ہم مامور ہیں کہ اس ذات کے سامنے سر جھکادیں جو تمام کائنات کی پرورش کررہی ہے۔

کائنات کی ہر چیز اپنے موجود رہنے کی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور رکھتی ہے۔ اس قانون فطرت پر جب ہم غور

کرتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہر ادنیٰ چیز محض اس لیے ہے کہ اپنے سے اعلیٰ چیز پر قربان ہو جائے۔ جمادات میں عمارت اینٹ سے اونچا درجہ رکھتی ہے اب اس اعلیٰ چیز کو تکمیل بخشنے میں اینٹ کی شکل وصورت خواہ کتنی ہی تبدیل کرنی پڑے۔ یہ سب مراحل اینٹ کے کام آنے کی شہادت دیں گے، کوئی اسے اس کا بے کار جانا تصور نہیں کرے گا کیونکہ ادنیٰ اپنے سے اعلیٰ پر قربان ہو رہا ہے۔ لہلہاتے ہوئے کھیت اور پکے ہوئے پھل اگر انسان کے کام آجائیں تو سب کہتے ہیں کہ کام میں آئے اور اگر وہیں کھڑے اور درختوں پر لگے سوکھ جائیں تو ہر شخص انہیں ضائع ہونا شمار کرے گا۔ حیواناتِ عامہ بھی اسی طرح اپنے سے اعلیٰ مخلوق ''انسان'' کے کام آرہے ہیں اور ہر ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہو کر اپنے مقصدِ وجود کو پورا کر رہا ہے۔ جمادات، نباتات اور حیوانات اگر اپنی اپنی جگہ موجود نہ ہوں تو انسان کا نظامِ حیات نہیں چل سکتا لیکن اگر انسان نہ ہو تو ان چیزوں کی زندگی برابر چلتی رہے گی۔ کائنات کی یہ رفتار صاف بتلاتی ہے کہ یہاں سب کچھ انسان کے لیے ہے مگر انسان ان میں سے کسی کے لیے نہیں۔ پس اس کا وجود بھی لازماً کسی اور ذات کے لیے ہوگا جو اس سے بھی اعلیٰ اور ہر اعلیٰ سے اعلیٰ ذات ہے۔ خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ﴾ (پ ۱۱ یونس ۳۲)

ترجمہ: پس اللہ تمہارا پروردگار ہے سو تم اس کی عبادت کرو۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (۱۲۹۷ھ) فرماتے ہیں:-

''زمین سے لے کر آسمان تک جس چیز پر سوائے انسان کے نظر پڑتی ہے وہ انسان کے لیے کارآمد نظر آتی ہے پر انسان ان میں سے کسی کے کام نہیں آتا دیکھیے زمین، پانی، ہوا، آگ، چاند، سورج، ستارے اگر نہ ہوں تو ہمارا جینا محال یا دشوار ہو جائے اور ہم نہ ہوں تو اشیائے مذکورہ میں سے کسی کا کچھ نقصان نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس درخت، جانور وغیرہ مخلوقات نہ ہوتے تو ہمارا کچھ نہ کچھ حرج ضرور ہوتا کیونکہ کچھ نہیں تو یہ اشیاء بھی کسی مرض ہی کی دوا ہو جاتے ہیں لیکن ہمیں دیکھیے کہ ہم ان کے حق میں کسی مرض کی دوا نہیں مگر جب ہم مخلوقات میں سے کسی کے کام کے نہیں تو یقیناً پھر اپنے خالق کے کام کے ہوں گے۔ (حجۃ الاسلام ص ۴ طبع دہلی)

پس جب انسان کا مقصدِ وجود ہی اپنے خالق کے کام آنا ہے تو اس رستے کی تلاش ازبس ضروری ہوئی اسی رستے کا نام راہِ قرآن اور قانونِ اسلام ہے اور اسی ضرورت کو ہم ''ضرورت القرآن الکریم'' سے تعبیر کرتے ہیں یہ راہ انہی کی ہے جو خدا سے ڈرنے والے ہیں۔

﴿أُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ﴾ (پ۷، الانعام ۱۹)

ترجمہ: آپ کہہ دیں یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے کہ میں تمہیں اور ان تمام کو جن تک یہ پہنچے (بے کار زندگی گزارنے سے) ڈراؤں۔

ایک ضروری تنبیہ:

عقل پرستوں اور مادہ پرستوں کے وہ گروہ جنہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت دی جاتی ہے تو اس پر اپنی عقل کے ذریعے حجّت بازی کرتے ہیں کہ اگر خدا موجود ہے تو نظر کیوں نہیں آتا، گویا ان کی دلیل عقل (لاجک) کا تقاضا یہ ہے کہ کسی چیز کو ماننے کے لیے اس کا وجود نظر آنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا کردے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہوا کے وجود پر یقین رکھتے ہیں جو انہیں نظر نہیں آتی، بخار کو مانتے ہیں، سردی، گرمی کا اقرار کرتے ہیں، درد اور بے چینی کو تسلیم کرتے ہیں جو انہیں نظر آتی محبت اور غصہ کے جذبات کے قائل ہیں جن کا وجود کہیں نہیں نظر آتا، ڈاکٹر کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے جسم انسانی میں مٹی شوگر، آئرن، نمکیات پر یقین رکھتے ہیں، جبکہ ان میں سے کسی چیز کی زندگی بھر جھلک تک انہیں دکھائی نہیں دیتی، رب کریم انہیں سمجھ دے وجود باری تعالیٰ پر ایسے دلائل کے مطالبہ کے ذریعے کیوں اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں، جبکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنے خالق و مالک کا پتا دے رہا ہے۔

سنہری اُصول:

پچھلی گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ عقل کی کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف نہیں ہونی چاہیے، رہی یہ سوچ کہ قرآن وسنت کی کوئی بات عقل کے خلاف نہیں ہونی چاہیے نہایت گمراہ کن ہے کیونکہ قرآن وسنت کا مرتبہ عقل سے اوپر ہے اور عقل قرآن وسنت کے تابع ہے۔

وحیِ حق بینندۂ سودِ ہمہ
در نگاہش سود وبہبودِ ہمہ
عقلِ خود بیں غافل از بہبودِ غیر
سودِ خود بیند نہ بیند سودِ غیر